باب ٦

مرزا غلام احمد قادیانی (شخصیت و افکار)

قادیانیت (انگریزی) از۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ
مترجم مسعود الرحمٰن بن نقیب۔ فیصل آباد

ہم گزشتہ ابواب میں شرح و بسط کے ساتھ یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ انگریزوں نے قادیانیت کو اپنے مقاصد اور مفادات کی خاطر جنم دیا تھا۔ اس گھناؤنی سازش کا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرور اور موثر تعلیمات کا خاتمہ' ان میں اختلافات کو مستحکم اور پیار و محبت کے اس بندھن کو کمزور کرنا تھا جو اسلام اور اس کے بنیادی عقائد سے وابستگی کی بنا پر ان میں قائم تھا۔ ان کا ایک خدا' ایک کتاب' ایک قبلہ و کعبہ اور ایک ایسے پرعظمت نبیؐ سے والہانہ محبت و عقیدت پر ایمان ہے جنہوں نے جس وادی میں اپنا مبارک قدم رکھا وہ وادی سب وادیوں سے افضل ہو گئی' جس مسجد میں انہوں نے نماز ادا کی وہ مسجد کائنات کی تمام مساجد سے متبرک و محترم ہو گئی اور جس زبان میں انہوں نے گفتگو فرمائی اللہ نے اس زبان کو سب زبانوں پر فوقیت عطا کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان اپنی جان' مال اور اولاد سے بھی بڑھ کر اپنے آخرالزماں پیغمبرؐ سے پیار کرتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ و مطہرہ ہی روحانیت و عرفانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہے۔ لیکن اس کے برعکس قادیانیت کے پرفتن اور "نازک اندام" بدن میں کچھ اور ہی روح پھونکی گئی ہے اور اس لئے اس کی پرورش بھی اسلام دشمنوں کے زیرسایہ رہی۔ اس تحریک نے ان بدمعاشوں اور بدقماشوں کے لئے اپنی خدمات سرانجام دیں کہ جو نظریہ اسلام اور امت محمدیہ کو نیست و نابود کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے اور اسی لئے انہوں نے بھی اپنے تمام وسائل غلام احمد پر صرف کر دیئے کہ جو نہ صرف یہ کہ خدا کا مقرب نبی بلکہ خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمیت دیگر انبیاء سے بھی افضل سمجھتا تھا اور یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیانی حضرات آج بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا تمام انبیاء کرام سے اور قادیان' مکہ و مدینہ سے افضل ہے۔ ان کے نزدیک حج اور جہاد کی بھی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

کبھی حج ہو گیا ساقط کبھی قید جہاد اٹھی
شریعت قادیاں کی ہے رضا جوئی نصاریٰ کی

علاوہ ازیں وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو شخص مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں لاتا وہ پکا کافر اور جہنمی ہے۔

اس باب میں ہم ان شاء اللہ العزیز اس "دیوانے نبی" کی مہد سے لحد تک تمام زندگی رقم کریں گے تاکہ ہمارے قارئین جان سکیں کہ یہ شخص کون تھا' اس کی حیثیت کیا تھی اور درحقیقت یہ کیا چاہتا تھا؟..... اس پوری روئیداد کے بعد یقیناً ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ایسا شخص نبی تو کیا عام متقی اور نیک انسان کہلائے جانے کے بھی قابل نہیں ہے۔ چونکہ ہم ہر بات ثبوت اور دلیل کے ساتھ پیش کرنے کے پابند ہیں اس لیے ہم یہاں مزید کچھ نہیں کہتے بلکہ بالتفصیل ان ہی کی کتب سے اس "متنبی" کی شوخ اور رنگین "سیرت کا جائزہ لیتے ہیں

خاندان اور جائے پیدائش: میرا نام غلام احمد ہے۔ میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ جب کہ دادا کا نام عطا محمد تھا۔ ہماری ذات مغل برلاس ہے۔ چند محفوظ اور معتبر دستاویزات سے پتا چلتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد کا تعلق سمرقند سے تھا۔(کتاب البریہ ص ۱۳۴۔ از غلام احمد)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغل' ترکی النسل ہوتے ہیں۔ غلام احمد نے بھی مندرجہ بالا عبارت میں خود کو مغل کہہ کر ترک ہونے پر مہر ثبت کی ہے۔ لیکن ایک دوسرے مقام پر وہ خود اس بات کی تردید و تکذیب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ فارسی النسل ہے....

"اگرچہ یہ بات واضح ہے کہ میں مغل نسل سے ہوں لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ درحقیقت میں فارسی النسل ہوں اور یہی بات درست ہے کیونکہ میرا ایمان ہے کہ خدائے ذوالجلال کے سوا کوئی بھی حقیقتوں کا جاننے والا نہیں ہے۔" (حاشیہ اربعین۔ نمبر2۔ ص ۱۷) مزید لکھتا ہے کہ .....

میں نے اپنے آباؤ اجداد کے حالات زندگی میں پڑھا ہے کہ وہ مغل تھے اور یہی کچھ میں نے اپنے والد سے بھی سنا ہے لیکن اب اللہ نے مجھے مطلع کیا ہے کہ وہ مغل یعنی ترک نہ تھے بلکہ وہ سواحل فارس سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ میرے خاندان کی کچھ بزرگ خواتین کا تعلق بنی فاطمہ اور اہل بیت سے بھی تھا۔(حقیقۃ الوحی۔ص۷۷)

ایک مرتبہ اس سے پوچھا گیا کہ .....

"آپ نے دو مختلف اور متضاد بیانات دیئے ہیں اول یہ کہ آپ مغل ہیں اور دوم یہ کہ آپ فارسی النسل ہیں۔ آپ بتایئے آخر حقیقت کیا ہے؟

اس بات پر جواب دیا کہ ..... میرے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ میں فارسی النسل ہوں سوائے اس کے اللہ نے مجھے اس بات کی خبر بذریعہ وحی دی ہے" (تحفہ گولڑہ۔ ص ۲۳)

اسی طرح اس نے ایک اور موقع پر یہ شوشہ چھوڑا کہ ....

"محی الدین ابن العربی نے اپنی کتاب "فصوص الحکم" میں میرے ہی متعلق پیشین گوئی کی ہے کہ

آخری زمانے میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گا۔ اس کی جائے پیدائش چین میں ہو گی جبکہ اس کی زبان اس کے قصبے والی ہی ہو گی لہٰذا میں ہی اس پیشین گوئی کا مصداق ہوں کیونکہ میں چین میں پیدا ہوا ہوں۔" (حقیقتہ الوحی۔ص ۲۰۰)

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ.....

"میں بنی فاطمہؓ میں سے ہوں اور میرے آباؤ اجداد حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے ہیں۔" (تحفہ گولڑہ۔ص ۲۹)

غرض جب بھی کبھی اس سے ان ناقابل توجیہ متضاد بیانات کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑا لیتا کہ ان کی خبر اللہ نے اسے مقدس وحی کے ذریعے دی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسی لئے تو رب کائنات نے فرمایا تھا کہ...

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ○

اگر یہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے۔ (النساء۔ ۸۲)

مرزا غلام احمد اپنے باپ کے متعلق لکھتا ہے کہ.....

"میرے والد گورنمنٹ کونسل کے ممبر تھے۔ وہ حکومت برطانیہ کے اتنے وفادار تھے کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر (برصغیر میں جنگ آزادی جو مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف لڑی) میں اپنے وسائل سے ۵۰۔ سپاہیوں اور گھوڑوں سے حکومت کی مدد کی تھی۔ افسوس کہ اس کے بعد ہمارا خاندان روبہ انحطاط ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ ہماری حیثیت مزارعوں سے بھی کم ہو گئی۔" (تحفہ قیصریہ۔ص ۱۶)

اس غدار خاندان کا یہ بے حس، سامراجی پٹھو، دھوکے باز اور دجال لکھتا ہے کہ.....

میں پنجاب میں سکھ راج کے اختتام پر ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا تھا۔(کتاب البریہ۔ص ۱۳۴)

یہ معمہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ یہ احمق بیک وقت چین اوز پنجاب میں کیسے پیدا ہو گیا؟.....

بچپن اور تعلیم : مرزا غلام احمد قادیانی جب کچھ سمجھ بوجھ کی عمر کو پہنچا تو اس نے صرف و نحو، عربی، فارسی اور حکمت کی کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ تذکرہ تعلیم کے سلسلے میں وہ خود لکھتا ہے کہ.....

جب میں لڑکپن سے سن بلوغت میں داخل ہوا تو میں نے فارسی، عربی، صرف و نحو اور طب سمیت دیگر علوم کی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔ میرے والد روحانیت و عرفانیت کے بہت بڑے عالم

اور ماہر تھے۔ انہیں اس فن میں کمال حاصل تھا۔ انہوں نے کتب اور بحث مباحثے کے ذریعے حصول روحانیت میں میری بہت مدد کی۔ اسی وجہ سے میں علم حدیث' اصول اور فقہ کا گہرا مطالعہ نہیں کر سکا اور ان علوم میں میرا علم بیحد معمولی ہے۔ (تبلیغ مشائخ الہند۔ ص ۵۹)

مزید لکھتا ہے کہ.....

میں نے فارسی اور قرآن استاد فضل الٰہی سے اور صرف و نحو استاد فضل احمد سے پڑھی۔ (کتاب البریہ۔ ص ۱۳۵)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس کے بعض اساتذہ حشیش (Hashish) اور افیون کے عادی تھے۔ (الفضل۔ ۵ جنوری ۱۹۲۹ء)

انگریزی تعلیم کے متعلق اس کا بیٹا لکھتا ہے کہ......

"جب حضرت مسیح موعود سیالکوٹ میں مقیم تھے تو اسی دوران حکومت نے وہاں اپنے ملازمین کے لئے ایک انگریزی سکول کھول دیا تھا جہاں رات کے اوقات میں پڑھائی ہوتی تھی۔ امیر شاہ طبیب وہاں بطور معلم مقرر تھے لہٰذا حضرت عزت ماب نے بھی اس سکول میں پڑھنا شروع کر دیا اور غالباً انگریزی کی ایک دو کتابیں پڑھ بھی لی تھیں۔ (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۱۔ ص ۱۳۷)

یہ ہے اس کی مختصر سی تعلیم کا مکمل اور مستند خاکہ۔ اس کی کم علمی کا اظہار اس کی کتابوں سے بھی ہوتا ہے کہ جو جابجا غلطیوں سے بھری پڑی ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس یہ شخص نہ صرف یہ کہ عام علوم میں اناڑی تھا بلکہ بیشتر معتبر تاریخی حقائق پر بھی اس کی گرفت بہت کمزور تھی مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے کہ .... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد کی وفات سے چند دن پہلے پیدا ہوئے تھے۔ (پیغام صلح۔ ص ۲۶)

حالانکہ اسلامی تاریخ سے معمولی سی شد بد بھی رکھنے والا جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ....

آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے گیارہ بیٹے عطا کئے تھے جو سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔ (عین المعرفہ۔ ص ۲۸۶)

ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس شخص کی معلومات کا منبع کیا تھا تاریخ اور سیرت ہمیں اس بات کی قطعی خبر نہیں دیتیں کہ آنحضرتؐ کے گیارہ بیٹے تھے اس کے برعکس مورخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ کے طیب' طاہر' قاسم اور ابراہیم کے نام سے موسوم چار بیٹے تھے جن میں سے پہلے تین حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھے جبکہ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

اسی طرح غلام احمد نے ایک جگہ اور لکھا کہ......

ولد الموعود چوتھے اسلامی مہینے یعنی صفر میں پیدا ہوئے تھے (تریاق القلوب۔ ص ۴۳)

حالانکہ مسلم گھرانے میں پیدا ہونے والا ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ صفر اسلامی سال کا چوتھا نہیں بلکہ دوسرا مہینہ ہے لیکن یہ کج فہم۔

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

کا زعم لئے پے درپے اغلاط اور سنگین خطاؤں کے درپے ہے۔ یہ تو فقط چند مثالیں ہیں وگرنہ اس کی علمیت کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے تو ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

احساس کمتری کا شکار یہ شخص اپنے لڑکپن کو بھی ایک خاص امتیازی حیثیت دیتا ہے حالانکہ اس زمانے میں اس سے ایسی حرکات سرزد ہوتی رہیں جو اس کے بلند و بانگ دعوؤں کی قلعی کھول کے رکھ دیتی ہیں۔

اس کی شخصیت کی تعمیر میں چار عناصر کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور وہ چار عناصر یہ تھے۔

۱۔ حماقت ۲۔ بزدلی

۳۔ خیانت ۴۔ کثرت امراض

مشہور قادیانی مصنف یعقوب علی لکھتا ہے کہ......

"عزت ماب حضرت مسیح موعود نے کبھی بھی کشتی وغیرہ کے مقابلوں میں حصہ نہ لیا تھا اگرچہ یہ کھیل ان دنوں شرفاء میں بیحد مقبول تھے۔ اسی طرح انہوں نے ملٹری کی تعلیم بھی حاصل نہ کی حالانکہ اسے بھی بہت عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ (حیاۃ النبی۔ ج نمبر۱۔ ۱۳۸)

اس شخص کی حماقت اور غیر حاضر دماغی کی چند ایک مثالیں اس کے بیٹے سے یوں مروی ہیں کہ

"میری والدہ نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعود کو ان کے لڑکپن کے دوران لڑکوں نے گھر سے شکر لانے کو کہا۔ والد محترم فرماتے ہیں کہ میں گھر گیا اور کسی سے پوچھے بغیر شکر اٹھا لایا۔ رستے میں میں نے اسے کھانا شروع کر دیا۔ جب یہ میرے حلق تک پہنچی تو مجھے یکدم سخت تکلیف محسوس ہوئی اور پھر مجھے معلوم ہوا کہ جس چیز کو شکر سمجھ کے اٹھا لایا تھا وہ درحقیقت نمک تھی۔" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۱۔ ص ۲۲۶)

اسی بیٹے بشیر احمد نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

"ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود نے چوزہ ذبح کرنے کی خواہش فرمائی لیکن ذبح کرتے ہوئے چھری آپ کی انگلیوں پر چل گئی اور خون بہہ نکلا۔ آپ برا بھلا کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس واقع کے بعد آپ نے ساری زندگی اپنے ہاتھ سے کچھ ذبح نہ کیا۔ (سیرۃ المہدی ج نمبر۲۔ ص ۴)

اس ضمن میں ایک اور واقعہ اس کی شخصیت کو مزید نکھارتا ہے جسے اس کا بیٹا یوں بیان کرتا ہے کہ.....

"میری والدہ نے مجھے بتایا کہ عزت ماب حضرت مسیح موعود ایک دفعہ اپنے شباب کے دوران اپنے دادا کی پنشن (PENSION) وصول کرنے کے لئے گئے۔ ان کے ہمراہ امام دین نامی ایک آدمی بھی تھا۔ جب حضرت نے پنشن وصول کر لی تو وہ شخص آپ کو جل دے گیا۔ اس نے آپ کو غلط رستے لے جاکر قادیان سے باہر لا کھڑا کیا۔ جب تمام پیسے ختم ہو گئے تو وہ شخص حضرت مسیح موعود کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت مسیح موعود اس پر بے حد نادم تھے لہٰذا وہ بدنامی کے خوف سے واپس گھر نہ لوٹے بلکہ انہوں نے سیالکوٹ جا کر ۱۵۔ روپے ماہانہ پر ایک معمولی سی نوکری کر لی۔" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۱۔ ص ۲۴)

امراض مرزا: مرزا غلام احمد کا وجود امراض کے لئے بیحد مرغوب تھا۔ سب سے پہلے تو اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا جس کا تذکرہ اس کا بیٹا یوں کرتا ہے کہ .....

"میری والدہ نے مجھے بتایا کہ حضرت مسیح موعود کا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا تھا جو آخری دم تک شل ہی رہا۔ اس ہاتھ کی مدد سے آپ صرف لقمہ ہی اٹھا سکتے تھے جبکہ پانی کا برتن (آفتابہ وغیرہ) اٹھانا آپ کے لئے ممکن نہ تھا حتیٰ کہ نماز میں بھی وہ اپنے دائیں ہاتھ کو سہارا دے کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔"

(سیرۃ المہدی۔ج نمبر۱۔ ص ۱۹۸)

اس کے دانتوں کے متعلق ایک روایت یوں مذکور ہے....

"آپ کے دانت تقریباً خراب تھے اور ان میں کیڑا لگا ہوا تھا" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۲۔ ص ۱۳۵)

۱۔ تپدق (T.B) یعقوب احمد لکھتا ہے کہ ....

"حضرت مسیح موعود پر ان کے والد محترم کی زندگی میں تپدق کا حملہ ہوا تھا اور آپ کے والد ہی نے تقریباً چھ۔ ماہ تک آپ کا علاج کیا تھا۔" (حیات احمد۔ ج نمبر۱۔ ص ۷۹)

تقریباً یہی بات بشیر احمد یوں لکھتا ہے کہ.... "حضرت مسیح موعود اپنے والد گرامی کی حیات مبارکہ کے دوران ایک مرتبہ ٹی۔بی یعنی تپدق میں مبتلا ہو گئے تھے۔" (سیرۃ المہدی۔ج نمبر۱۔ ص ۴۲)

۲۔ کثرت پیشاب اور گرانی سر مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ.....

"میں دو بیماریوں میں شدید مبتلا ہوں۔ ایک بیماری میرے جسم کے بالائی حصے میں ہے اور دوسری نچلے حصے میں۔ اول الذکر سر کا چکرانا ہے اور موخر الذکر پیشاب کی کثرت ہے۔" (حقیقتہ الوحی۔ ص ۲۰۶)

گرانی سر کی کیفیت کے متعلق اس کی بیوی بیان کرتی ہے کہ .....

"ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود پر سر کے چکروں کا شدید حملہ ہوا۔ فوری طور پر دونوں بیٹوں سلطان احمد اور فضل احمد کو اطلاع دی گئی۔ وہ فوراً پہنچے۔ حضرت کی ایسی حالت دیکھ کر سلطان احمد تو نڈھال سا ہو کر بستر کے پاس بیٹھ گیا جبکہ فضل احمد اڑی ہوئی رنگت لئے بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ بالاخر اس نے اپنی پگڑی سے حضرت کی ٹانگوں کو مضبوطی سے باندھ دیا تاکہ کچھ افاقہ ہو جائے۔" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۱ ص ۲۲)

اس بیماری کے متعلق زبان مرزایوں متحرک ہوتی ہے کہ

"سر میں شدید گرانی کے سبب بعض اوقات میں زمین پر گر جاتا ہوں کیونکہ یہ بیماری خون کی مقدار کو کم' اس کے بہاؤ اور گردش کو آہستہ کر دیتی ہے۔ بے شک یہ حالت بے حد تکلیف دہ ہوتی ہے۔" (براہین احمدیہ۔ ج نمبر۵۔ ص ۲۰۱)

اس کی بیوی ایک اور جگہ بیان کرتی ہے کہ

"غلام احمد ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد گئے۔ دوران نماز انہیں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی سیاہ مواد سا آسمان سے ان کی آنکھوں پر بہہ رہا ہے۔ اس سے وہ خوفزدہ ہو کر چیخنے چلانے لگے اور فرش پر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ اپنے حواس کھو بیٹھے ہوں۔ اس واقع کے بعد انہوں نے پھر کبھی لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہیں کی۔" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۱۔ ص ۱۳)

ایسی حالت مرزا کے لئے معمول بن چکی تھی اس لئے وہ رمضان کے روزے رکھنے سے بھی قاصر تھا۔ اس کا بیٹا لکھتا ہے کہ ......

"حضرت مسیح موعود کو گرانئ سر اور دیگر امراض کی اس قدر تکلیف تھی کہ وہ اپنی وفات سے تین سال پہلے تک اور اس سے بھی پہلے متعدد سال روزے رکھنا چھوڑ گئے تھے۔" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۔ ص ۵۱)

کثرت پیشاب کے متعلق لکھا ہے کہ.....

"مجھے دن رات میں تقریباً سو دفعہ پیشاب آتا ہے اور کمزوری ہو جاتی ہے۔" (براہین احمدیہ۔ ج

نمبر۵۔ ص ۲۰۱)

اس بیماری کے پیش نظر موصوف کے لئے جو سہولت دی گئی وہ یہ تھی کہ .....

"رات کے وقت آپ کے پاس مٹی کا برتن رکھ دیا جاتا تھا اور اس میں پیشاب کرنے کے بعد آپ خود ہی اسے صاف کرتے تھے۔" (الفضل۔ ٦۔ دسمبر ۱۹۴۰)

۳۔ **دیگر امراض** قوت مردی کے متعلق مرزا غلام احمد خود اپنے پہلے خلیفہ نورالدین کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ .....

"میرا خیال ہے تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ میں کس قدر ذہنی اذیت میں مبتلا ہوں... علاوہ ازیں جب میری شادی ہوئی تو مجھے یقین تھا کہ میں مرد نہیں ہوں۔" (مکتوبات احمدیہ۔ ج نمبر۵۔ ص ۱۴)

اس اعتراف کے باوجود حیرت ہے کہ مرزا صاحب اولاد تھا۔ ہم اس "کرشمہ سازی" کی تحقیق میں نہیں جاتے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا بلکہ اس حوالے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ....

"خدا شاہد ہے کہ مجھے کبھی بھی بچوں کی خواہش نہیں رہی اگرچہ یہ مجھے اس وقت عطا ہوئے کہ جب میری عمر ۱۵ یا ۱۶ سال تھی۔" (منظور الٰہی۔ ص ۳۴۲۔ مرتبہ منظور قادیانی)

نبوت کا دعویٰ دار یہ دجال اعصابی ضعف میں بھی مبتلا تھا جس کے سبب اس کی یادداشت بیحد خراب ہو گئی تھی۔ اس بات کا اظہار اس نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے کہ.....

"مجھے سخت اعصابی کمزوری ہے اس لئے میں بارش اور سردی برداشت نہیں کر سکتا" (مکتوبات احمدیہ۔ جلد نمبر۵ مکتوب نمبر۲)

"میری یادداشت بیحد خراب ہے۔ اگر میں کسی شخص سے ایک دفعہ مل لوں تو دوسری مرتبہ اسے پہچاننا میرے لئے محال ہوتا ہے۔ میری یہ حالت انتہائی مخدوش ہو چکی ہے۔" (مکتوبات احمدیہ۔ ج نمبر۵۔ مکتوب نمبر۳)

اس کی آنکھیں بھی خراب رہتی تھیں جن کا کھلنا تک محال تھا۔ اس کا بیٹا لکھتا ہے ....

"ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود نے اپنے عقید تمندوں کے ہمراہ تصویر اتروانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ فوٹوگرافر نے حضرت سے کہا کہ آپ آنکھیں پوری طرح کھول کر رکھیں تاکہ تصویر صحیح طرح کھینچی جا سکے لیکن اپنی انتہائی کوشش کے باوجود بھی آپ ایسا نہ کر سکے۔" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر۲۔ ص ۷۷)

آخر کار یہ "مرقع امراض" مراق کے مرض میں بھی مبتلا ہوگیا جس کے متعلق علامہ برہان الدین نے

لکھا ہے کہ....

مراق، مالیخولیا ہی کی ایک قسم ہے۔ "شرح الاسباب۔ ج نمبر ۱۔ ص ۴۷)

"صاحب مراق" ہونے پر ایک قادیانی اخبار یوں تصدیق ثبت کرتا ہے کہ ....

دماغی کمزوری کی بنا پر حضرت مسیح موعود مراق میں بھی مبتلا ہو گئے تھے۔ (ریویو آف ریلیجنز۔ اگست ۱۹۲۶ء)

غلام احمد خود ایک جگہ لکھتا ہے کہ....

میں مراق کا مریض ہوں۔ (الحکم۔ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

قادیانی ڈاکٹر شاہ نواز نے امراض مرزا کے متعلق ایک دفعہ لکھا کہ ...

بے شک ہمارے آقا حضرت مسیح موعود کو گرانی و دردِ سر، بے خوابی، بدہضمی، ضعف قلب، اسہال، کثرت بول اور مالیخولیا جیسی بیماریاں کمزوری کی وجہ سے ہیں۔ (ریویو آف ریلیجنز۔ مئی ۱۹۳۷ء)

ایک اور معتبر روایت کے مطابق مرزا، ہسٹیریا (HYSTERIA) کا بھی مریض تھا۔ بقول بشیر احمد.....

ہماری جماعت کے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نے مجھے بتایا کہ حضرت مسیح موعود ہسٹیریا کے بھی مریض تھے۔ (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر ۲۔ ص ۵۵)

اسی طرح بشیر احمد نے اپنی والدہ سے سنا کہ ...

"حضرت مسیح موعود اپنے پہلے بیٹے بشیر کی وفات کے بعد شدید ہسٹیریا کے دورے میں مبتلا ہو گئے تھے۔" (سیرۃ المہدی۔ ج نمبر ۱۔ ص ۱۳)

مرزا جیسے کذاب پر امراض کے ان حملوں پر اللہ تعالیٰ کا فرمان کتنا صادق نظر آتا ہے کہ ....

ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون○

ہم بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب دیا کرتے ہیں تاکہ وہ (گمراہ لوگ) صحیح رستے کی طرف لوٹ آئیں۔ (السجدہ۔ آیت نمبر ۲۰)

شہرت اور دعوت مرزا: ابتدا میں غلام احمد کا ظہور اسلام کے ایک محافظ کی حیثیت سے ہوا تھا۔ جب اس نے سیالکوٹ مین ملازمت چھوڑ دی تو اس کے پاس مصروفیت کے لئے کوئی کام نہ تھا لہٰذا اس نے ہندوؤں اور عیسائیوں کی مذہبی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب مسلمان علماء کے ہندوؤں اور عیسائیوں سے اعتقادی، نظریاتی اور مذہبی بحث مباحثے اور مناظرے عروج پر تھے۔ اسی لئے مسلمان اپنے علماء اور مناظر حضرات کی بےحد عزت و تکریم کرتے تھے اور انہیں انتہائی اعلیٰ

مقام دیتے تھے نیز ان علماء کے ادنیٰ سے اشارہ ابرو پر اپنی جائیداد اور دولت نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ غلام احمد کو یہ روپ بیحد آسان، نفع بخش اور پرکشش معلوم ہوا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس طریقے سے اتنی دولت جمع کی جا سکتی ہے جو ساری عمر کی ملازمت بھی اسے نہیں دے سکتی۔ اسی لئے اس نے سب سے پہلے ہندوؤں کو چیلنج کر دیا۔ ہندو مذہب کا تعاقب کرتے ہوئے اس نے اخبارات میں چند کالم بھی لکھے۔ ان کالموں میں اس نے ہندوؤں اور عیسائیوں کو متعدد چیلنج کئے تھے۔ اسلام کی عظمت کے لئے لکھے گئے ان مضامین پر مسلمانان ہند نے خصوصی توجہ دی کیونکہ ان مضامین کے ذریعے وہ یقیناً اسلام کا سپاہی نظر آتا تھا۔ یہ ۷۸-۱۸۷۷ء کا زمانہ تھا۔

اپنی اس غیر متوقع مقبولیت اور حوصلہ افزائی پر اس نے غیر مسلموں کی طرف سے اسلام پر کئے گئے تمام اعتراضات کا جواب دینے کے لئے ۵۰۔ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تحریر کرنے کا اعلان کیا۔ اس کتاب کی اشاعت اور دیگر اخراجات کے لیے اس نے مسلمانوں سے مالی تعاون کی درخواست کی۔ عام مسلمانوں نے اس کے اس اعلان کو جعلسازی اور فریب سے تعبیر کیا کیونکہ ان کے خیال میں یہ شخص اتنی قابلیت اور صلاحیت کا مالک نہ تھا۔ اسی دوران اس نے اپنی چند معجزاتی صلاحیتوں اور کرامتوں کا بھی اظہار کر دیا۔ جس کی بنا پر مسلمانوں میں سے بعض بے علم لوگوں نے اسے ایک مذہبی عالم یا بزرگ کی بجائے مجذوب تصور کر لیا۔ بہرحال مسلمانوں نے بھاری رقوم کی ادائیگی میں بہت گرمجوشی کا مظاہرہ کیا اور ایک دوسرے پر برتری بھی دکھائی۔

(تبلیغ رسالت۔ ج نمبر۱۔ ص ۱، ۲، ۲۵، ۱۳، ۷۰۶۔ جلد نمبر۲۔ ص ۶)

اس کتاب کا پہلا حصہ "براہین احمدیہ" کے نام سے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔ یہ مختلف اعلانات، اشتہارات، کرامات اور مکاشفات کا مجموعہ تھا۔ دوسرا حصہ بھی پہلے سے مختلف نہ تھا۔ ۱۸۸۲ء میں اس کا تیسرا اور ۱۸۸۴ء میں اس کا چوتھا حصہ شائع ہوا۔ (منقول از۔ مقدمہ براہین احمدیہ)

ان حصوں کو پڑھ کر لوگ بالخصوص مسلمان حیرت زدہ رہ گئے کیونکہ ان میں غیر مسلموں کے اعتراضات کے جوابات دینے کی بجائے اپنی کرامات و مکاشفات کی تشہیر اور حکومت برطانیہ کی حیا سوز مدح سرائی کی گئی تھی۔ علماء فوری طور پر بھانپ گئے کہ یہ شخص دھوکے باز اور مکار ہے۔ وہ جان گئے کہ غیر مسلموں کو للکارنے کے پردے میں یہ کذاب دولت، شہرت اور عزت چاہتا تھا اور یہ کہ اسے اسلام کی خدمت اور دفاع سے کوئی غرض نہ تھی۔ خاص طور پر کتاب کے اس حصے کو دیکھ کر کہ جس میں اسلام کی اساسیت پر حملہ کیا گیا تھا، علماء نے خبردار کیا کہ یہ منافق انسان اسلام کے نام پر اپنی دکان چمکانا چاہتا ہے۔ اور یہ شخص تھا بھی ایسا کہ جو کوئی اسے خطیر رقم دے دیتا یہ اسی کے گن گانے

لگتا خواہ وہ اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یقیناً علماء نے جو کہا وہ بالکل درست تھا۔

انگریز مسلمانوں کی قوت اور عروج سے بہت خائف تھے اور وہ کسی ایسے مسلمان نما شیطان کی تلاش میں تھے کہ جو اچھی خاصی شہرت بھی رکھتا ہو اور مسلمانوں کو ننگی کا ناچ بھی نچا سکتا ہو۔ سو جب مرزا غلام احمد کا کریہہ چہرہ ظہور پذیر ہوا تو انہوں نے فوراً ہی اسے اجرت پر رکھ لیا۔ غلام احمد نے بھی نمک حلالی کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے کتاب کے تیسرے حصے میں حکومت برطانیہ کی تعریف و توصیف کے پل باندھ دیے اور جب مسلمانوں کی طرف سے اس پر اعتراض کیا گیا تو کہنے لگا کہ ...

"چند مسلمانوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں نے کتاب کے تیسرے حصے میں حکومت کی تعریف اور مدح کیوں کی ہے اور میں نے حکومت کے لئے اظہار تشکر کیوں کیا ہے؟.... بعض نے اس پر مجھے برا بھلا بھی کہا ہے لہٰذا سب لوگ جان لیں! کہ میں نے حکومت برطانیہ کی قصیدہ خوانی قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق کی ہے بلکہ میں تو حکومت کی تعریف اور اظہار تشکر کے لئے بے چین رہتا تھا۔" (براہین احمدیہ۔ ج نمبر۴)

مختصر یہ کہ سامراج نے اس لالچی اور ضمیر فروش پر اپنی نوازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس پر انعام و اکرام کی برکھا برساتے ہوئے انہوں نے اسے کٹھ پتلی بنا لیا اور اس نے مسلمانوں سے اس طرح بے وفائی کر لی کہ جس طرح ۱۸۵۷ء میں اس کے باپ نے کی تھی تاہم وہ بے وفائی تو وطن کے لئے تھی جبکہ یہ معاملہ بہت سنگین تھا کیونکہ "یہ براہ راست ایمان اور اہل ایمان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس سلسلے میں سامراجی اشاروں پر ناچتے ہوئے غلام احمد نے اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ اس کا سب سے پہلا حملہ اس اعلان کی صورت میں تھا کہ میں مجدد ہوں۔ یہ ۱۸۸۵ء کا دور تھا۔ ۱۸۹۱ء میں اس نے دعویٰ کیا کہ میں ایک مکمل اور باقاعدہ وحی یافتہ نبی ہوں اور میرا رتبہ دیگر تمام انبیاء سے بلند ہے۔ جب لوگوں نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تو اپنے دعوے کو شیر مادر سمجھ کر پیتے ہوئے اس نے کہا کہ .....

"میرے تمام عقائد وہی ہیں کہ جو عام مسلمانوں کے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور جو شخص ان کے بعد دعویٰ نبوت کرتا ہے وہ کافر اور جھوٹا ہے۔ اسی طرح میرا عقیدہ ہے کہ نبوت خاتم الانبیاء پر ختم ہو گئی ہے" (تبلیغ رسالت۔ ج نمبر۲ ص ۲)

لیکن اشارہ انگریز پر اس نے پھر کہا کہ .....

"میں پیغمبر تو نہیں البتہ اللہ کا مقرر کردہ مجدد ضرور ہوں تاکہ میں دین محمدی کی تجدید اور اصلاح کر سکوں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۲۸۳)

بعد ازاں اس نے تدریجاً آگے بڑھتے ہوئے کہا کہ .....

ا۔ میں پیغمبر نہیں بلکہ محدث ہوں اور ایک محدث بالقوۃ نبی ہوتا ہے نہ کہ بالفعل۔(حمامتہ البشریٰ۔ ص ۹۹)

۲۔ محدث ایک ناقص نبی ہوتا ہے کیونکہ وہ انبیاء اور امت کے درمیان ایک رابطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ۵۴۹)

۳۔ میں آنحضرتؐ کی تنقیص کرنے والا نہیں ہوں بلکہ ایک تبع نبوت ہوں۔ (حاشیہ الوحی۔ ص ۶۸)

۴۔ میں مسیح ہوں جس کے متعلق پیغمبر خداؐ نے پہلے سے خبر دی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۸۳)

آخر اس نے کہا کہ ...

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے موعود سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔" (تتمہ حقیقتہ الوحی۔ ص ۶۸۔ از غلام احمد)

حالانکہ اپنے ابتدائی اعلانات میں اس نے خود کہا تھا کہ ....

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی دعویٰ نبوت کرتا ہے وہ مسیلمہ کا بھائی ہے اور وہ ایک کذاب' کافر اور بے ایمان انسان ہے۔" (انجام آتھم۔ ص ۲۸)

نیز یہ کہ.....

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (تبلیغ رسالت۔ ج نمبر۶۔ ص ۲)

غرض اس کی دعوت کا پہلا مقصد خود کو مجدد کہلوانا تھا جبکہ آخری ہدف نبوت پر ڈاکہ ڈالنا تھا۔ یہ بات بھی دلچسپی کا باعث ہے کہ وہ کتاب جس کو ۵۰۔ جلدوں میں شائع کرنے کا اعلان کیا گیا تھا وہ ۵۔ حصوں سے آگے نہ بڑھ سکی تھی اور اس پر اس نے بے شرمی کی انتہا کو چھوتے ہوئے یہ بیان بھی دیا تھا کہ ...

۵۔ اور ۵۰۔ میں سوائے ایک صفر (۰) کے اور کیا فرق ہے۔ (مقدمہ براہین احمدیہ۔ ج نمبر۵۔ ص ۷)

اخلاق مرزا : قادیانی حضرات شروع دن سے مرزا غلام احمد کو اخلاق کے اعلیٰ مدارج پر فائز کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور اس سلسلے میں وہ اتنے حواس باختہ دکھائی دیتے ہیں کہ وہ

واضح حقائق تک کو نظر انداز کر جاتے ہیں یعنی۔

اس قدر ناز ہے انہیں گویا
کوئی دنیا میں خوبروز ہی نہیں

حالانکہ اخلاقیات کے میدان میں یہ شخص تمام قسم کے ادب و آداب اور تکلفات سے آزاد تھا بلکہ دوسروں کو برا بھلا کہنے میں اسے مکمل دسترس حاصل تھی۔ اگر میں اسے "ماہر سب و شتم" کہوں تو بے جا نہ ہو گا۔ مثلاً ایک دفعہ اس نے پیشین گوئی کی کہ فلاں شخص اتنی مدت کے دوران مر جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اس پر بعض علماء نے اسے یاد دلایا کہ بحیثیت پیغمبر آپ کی بات پوری ہونا چاہئے تھی کیونکہ پیغمبر کی بات خود اللہ کی بات ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ اپنے الفاظ کے خلاف کبھی کچھ نہیں کرتا۔ اس استفسار پر اس نے بجائے کسی برہان یا وضاحت کے' ان تمام علماء اور فضلاء پر بری طرح سے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس نے کہا کہ ...

"دنیا میں کوئی چیز سور سے زیادہ پلید نہیں ہے لیکن میرے مخالف مولوی تو سور سے بھی زیادہ پلید اور نجس ہیں' او مولویو' اے مردار خورو' اے پلید روحو۔ (انجام آتھم۔ ص ۲۱)

ایک اور جگہ اس کے لبوں سے پھول یوں برسے کہ ....

اے بدبخت کذابو! مجھے نہیں معلوم کہ مولوی اتنے بے حیا اور بے غیرت کیوں ہیں۔ بے شک ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ (انجام آتھم۔ ص ۵۸)

ایک دفعہ اپنے مخالفین پر یوں نظر کرم ڈالی کہ ....

میرے دشمنوں میں سے کچھ کتوں کی مانند ہیں اور کچھ بھیڑیے اور خنزیر سے مشابہ ہیں۔ (خطبہ الہامیہ۔ ص ۱۵۰)

ایک اور بے چارے پر یوں رحم کیا کہ .....

اے شیطان کے چیلے! اے عبدالحق' تجھ پر موت مسلط ہو۔ (انجام آتھم۔ ص ۵۸)

اسی لاچار کو پھر جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ .....

عبدالحق ہماری فتوحات کا قائل نہیں کیونکہ اسے حرام زادہ بننے کا شوق ہے۔ یاد رکھو' حرامی کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ سیدھی راہ اختیار نہیں کرتا۔ (انوار اسلام۔ ص ۳۰)

اس کے مخالفین میں ایک نام سعداللہ کا بھی تھا۔ اس غریب کو اس نے اپنی نگاہ ناز کا یوں نشانہ بنایا کہ ...

غول' لئیم' فاسق' شیطان' ملعون' نطفہ سفہا' خبیث' مفسد' مزدر' منحوس' کنجری کا بیٹا۔ (انجام

آتھم۔ ص ۲۸۱)

ممتاز عالم دین حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے اپنی زبان کا جادو یوں جگایا کہ ......

ا۔ کتا۔ رذیل۔ پاجی' اے مردار خور۔ (انجام آتھم۔ ص ۲۵)

ب۔ ابو جہل۔ (حقیقت الوحی۔ ص ۲۶)

ج۔ ابن ھوی۔ غدار۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۴۳)

ایک صوفی بزرگ پر یوں توجہ دی کہ .....

"کذاب' مزور' خبیث۔ بچھو کی طرح نیش زن۔ اے گولڑہ (صوفی صاحب کے شہر کا نام) کی زمین تجھ پر لعنت ہو تو ملعون کے سبب معلون ہو گئی۔ (نزول المسیح۔ ص ۷۵)

اپنے ایک عربی شعر میں متنبی قادیان اپنی جولانی طبع اور روانی دشنام کا یوں یقین دلاتا ہے کہ

ان العدا صاروا خنازیر الفلا
ونسائہم من دونہم الا کلب

میرے دشمن جنگلی سور بن گئے ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی آگے بڑھ گئی ہیں (نجم الہدیٰ۔ ص ۱۰)

درحقیقت یہ شخص دشنام طرازی میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ بعض اوقات تو اس کی زبان سے ایسی لغویات بر آمد ہوتی تھیں کہ جنہیں سننے کے نہ تو کان متحمل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جنہیں کسی مومن کی زبان ادا کر سکتی ہے خاص طور پر ایسی "مغلظات" جن کی ادائیگی پر بلا تامل اسلامی تعزیرات کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو "حرام زادہ کہنے پر کیا سزا لاگو ہوتی ہے اس کا بیٹا محمود احمد یوں بیان کرتا ہے کہ....

"حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں توہین آمیز الفاظ و تحاریر پر درے لگائے جاتے تھے لیکن آجکل جب لوگ ایک دوسرے سے "حرام زادہ" جیسی گالیاں سنتے ہیں تو انہیں یہ اتنی ناگوار نہیں گزرتیں کہ جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو۔ (الفضل ۱۳۔ فروری ۱۹۲۲ء)

اب اگر ہم اس سے یہ پوچھیں کہ اس کا اپنے باپ کے متعلق کیا خیال ہے تو شاید کوئی مضائقہ نہ ہو کہ جو علماء کو یوں مخاطب کرتا تھا کہ ....

"تم نے اپنی حرامزدگی کے سبب مجھے بہت تکلیف دی ہے۔ تم سب کے سب جھوٹے ہو' اے

کنجریوں کے بیٹو! میری دعا ہے کہ تم سب ذلت کی موت مرو۔ (انجام آتھم۔ ص ۲۸۸)

سو اب کہو کہ یہ انسان جسے تم نے اپنا باپو بنا رکھا ہے کیا دروں کے قابل ہے کہ نہیں!.....

میں یہ بات کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ اپنے مخالفین کے لئے مرزا کے پاس "دشنام طرازی اور سب و شتم" کا ایک لازوال خزانہ تھا جسے وہ بے دریغ استعمال کرتا تھا۔ "حرام زادہ" اور "ابن الطوائف" جیسے الفاظ تو اس کی زبان پر عام مچلتے رہتے تھے۔ اسی طرح ساری امت پر اپنی "علمیت دشنام" کا سکہ یوں بٹھاتا ہے کہ ......

"وہ لوگ جو میرا اور میرے مشن کا انکار کرتے ہیں وہ کنجریوں کی اولاد ہیں۔ ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہ پلٹنے والے نہیں ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۴۷)

ایک اور مسلم عالم کو اپنے مخصوص انداز میں یوں ستم کا نشانہ بنایا کہ ....

اے مجرے میں رقص کرنے والی طوائف۔ (حجتہ اللہ۔ ص ۸۷)

اسی طرح ایک عیسائی پر اپنا حسن بیاں یوں آشکار کیا کہ .....

یہ ڈاکٹر کا حرامی بچہ سیدھے رستے پر نہیں آتا۔ (انوار اسلام۔ ص ۳۰)

ہندوؤں کے ایک پنڈت پر یوں بجلی گرائی کہ ......

وہ حرامزادہ اور فطری طور پر کمینہ ہے۔ (آریہ دھرم۔ ص ۵۴)

یہ ہیں اس کے "اخلاق حسنہ" کے چند نمونے۔ یہ ایسا شخص تھا جو بدحواسی اور غصے کی حالت میں نرمی اور شائستگی کی تمام حدود کو خیرباد کہہ جاتا تھا۔ بے شک دنیا میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے کہ جو دشنام طرازی میں اسے مات دے سکے کیونکہ یہ "دنیائے سب و شتم" کا بے تاج بادشاہ ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ جو شخص صرف ایک لفظ "لعنت" سے اپنی کتاب کے چار صفحات سیاہ کر سکتا ہے کیا کوئی اس سے اس "فن" میں سبقت لے جا سکتا ہے؟۔ اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے واقعی اس کی کتاب "ضیاء الحق" کے ص ۱۱۸ سے لیکر ص ۱۲۲ تک ایک ہی لفظ لکھا ہوا ہے اور وہ ہے "لعنت' لعنت' لعنت"......!

اس سے بھی زیادہ شرمناک اور خوفناک بات یہ ہے کہ یہ ناپاک' انسان انبیاء کرام تک کو اپنی نجس زبان سے برا بھلا کہہ جاتا تھا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ مکار اور دجال لکھتا ہے کہ ....

"مسیح متقی اور صالح ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ لوگ اسے شرابی او[illegible] حیثیت سے جان چکے تھے۔" (معاذ اللہ) (ست بچن۔ حاشیہ۔ ص ۱۷۲)

(قادیانیت بقیہ صفحہ ۴۰ پر)